Version No.			

ROLL NUMBER						

⓪ ⓪ ⓪ ⓪ ⓪ ⓪ ⓪ ⓪ ⓪ ⓪ ⓪
① ① ① ① ① ① ① ① ① ① ①
② ② ② ② ② ② ② ② ② ② ②
③ ③ ③ ③ ③ ③ ③ ③ ③ ③ ③
④ ④ ④ ④ ④ ④ ④ ④ ④ ④ ④
⑤ ⑤ ⑤ ⑤ ⑤ ⑤ ⑤ ⑤ ⑤ ⑤ ⑤
⑥ ⑥ ⑥ ⑥ ⑥ ⑥ ⑥ ⑥ ⑥ ⑥ ⑥
⑦ ⑦ ⑦ ⑦ ⑦ ⑦ ⑦ ⑦ ⑦ ⑦ ⑦
⑧ ⑧ ⑧ ⑧ ⑧ ⑧ ⑧ ⑧ ⑧ ⑧ ⑧
⑨ ⑨ ⑨ ⑨ ⑨ ⑨ ⑨ ⑨ ⑨ ⑨ ⑨

Answer Sheet No.____________

Sign. of Candidate ____________

Sign. of Invigilator ____________

اردو(لازمی) برائے جماعت نہم (3rd Set Solution)

ماڈل سوالیہ پرچہ (کریکلم 2006ء)

حصہ اوّل (کل نمبر: 15، وقت: 20 منٹ)

حصہ اول لازمی ہے۔ اس کے جوابات اسی صفحہ پر دے کر ناظم مرکز کے حوالے کریں۔ کاٹ کر دوبارہ لکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ **لیڈ پنسل کا استعمال ممنوع ہے۔**

سوال نمبر 1: ہر جزو کے سامنے دیے گئے درست دائرہ کو پر کریں۔

(1) "روداد" کے لغوی معنی کیا ہیں؟

[✓ (A) سرگزشت] ○ (B) کہانی ○
(C) ناول ○ (D) داستان ○

(2) مرکب تام کتنے حصوں پر مشتمل ہے؟

[✓ (A) دو] ○ (B) تین ○
(C) چار ○ (D) پانچ ○

(3) تشبیہ میں مشترک خوبی کو کیا کہا جاتا ہے؟

(A) مشبہ ○ (B) مشبہ بہ ○
(C) حرفِ تشبیہ ○ [✓ (D) وجہِ شبہ] ○

(4) جملہ خبریہ کی کتنی قسمیں ہیں؟

[✓ (A) دو] ○ (B) تین ○
(C) چار ○ (D) پانچ ○

(5) "اُس کی چشم میں درد ہے۔" اس جملے میں کس کی غلطی پائی جاتی ہے؟

(A) محاورہ کی ○ [✓ (B) روزمرہ کی] ○
(C) ضرب المثل کی ○ (D) مصدر کی ○

(6) حکمران عوام کو کون سے باغ دیکھاتے ہیں؟

(A) سرخ باغ ○ [✓ (B) سبز باغ] ○
(C) بادامی باغ ○ (D) پیلے باغ ○

(7) علمِ بیان کی کس خوبی میں لفظ کے حقیقی اور مجازی معنی میں تشبیہ کا تعلق ہوتا ہے؟

(A) تشبیہ ○ [✓ (B) استعارہ] ○

(C) مجاز مرسل ○ (D) کنایہ ○

(8) اشعار میں ہم آواز الفاظ کو کیا کہا جاتا ہے؟

(A) مطلع ○ (B) مقطع ○

[✓ (C) قافیہ] ○ (D) ردیف ○

(9) "غیر مردف" غزل کسے کہتے ہیں؟

(A) جس میں مطلع نہ ہو ○ (B) جس میں مقطع نہ ہو ○

[✓ (C) جس میں ردیف نہ ہو] ○ (D) جس میں قافیہ نہ ہو ○

(10) غزل کے دوسرے شعر کے بھی دونوں مصرعے ہم ردیف و ہم قافیہ ہوں تو اسے کیا کہیں گے؟

(A) حسنِ مطلع ○ [✓ (B) مطلع ثانی] ○

(C) مطلع ثالث ○ (D) مطلع رُبع ○

(11) اگر کسی نظم کے ہر بند کے آخر میں کوئی مصرع بار بار دہرایا جائے تو اسے کیا کہیں گے؟

(A) ٹاپ کا مصرع ○ [✓ (B) ٹیپ کا مصرع] ○

(C) مصرعِ اولیٰ ○ (D) مصرعِ ثانی ○

(12) "کنایہ" کے لغوی معنی کیا ہیں؟

[✓ (A) پوشیدہ بات] ○ (B) عیاں بات ○

(C) سنی سنائی بات ○ (D) ظاہری بات ○

(13) "دو دن کے بعد پاکستان کا میچ ہونے جا رہا ہے۔" یہ جملہ علم بیان میں سے کس کی مثال ہے؟

(A) تشبیہ ○ (B) استعارہ ○

[✓ (C) مجاز مرسل] ○ (D) کنایہ ○

(14) غزل کے مقطع کے لیے شاعر کے تخلص کا استعمال ضروری ہے، تخلص کس کی قسم ہے؟

(A) علم بیان کی ○ [✓ (B) اسم عَلم کی] ○

(C) صنائع کی ○ (D) بدائع کی ○

(15) درج ذیل میں کس صنفِ سخن میں "پلاٹ" ہوتا ہے؟

(A) غزل ○ (B) نظم ○

[✓ (C) ناول] ○ (D) مضمون ○

درست جوابات:

(1)	A	(2)	A	(3)	D
(4)	A	(5)	B	(6)	B
(7)	B	(8)	C	(9)	C
(10)	B	(11)	B	(12)	A
(13)	C	(14)	B	(15)	C

فیڈرل بورڈ امتحان برائے جماعت نہم

اردو (لازمی) ماڈل سوالیہ پرچہ (کریکلم 2006)

وقت: 2:40 گھنٹے   کل نمبر: 60

نوٹ: **حصہ دوم اور سوم میں دیے گئے سوالات کے جوابات علیحدہ سے مہیا کی گئی جوابی کاپی پر دیں۔ آپ کے جوابات صاف اور واضح ہونے چاہئیں۔**

حصہ دوم (کل نمبر 34)

سوال نمبر 2: (الف) حصہ نثر:

درج ذیل عبارت کو غور سے پڑھیں اور نیچے دیے گئے سوالات میں سے آٹھ کے جوابات اپنے الفاظ میں لکھیں: (8 x 2 = 16)

مصنّفین یورپ کا عام خیال ہے کہ آنحضرتؐ جب تک مکہ میں تھے، پیغمبر تھے، مدینہ میں پہنچ کر پیغمبر سے بادشاہ بن گئے لیکن واقعہ یہ ہے کہ آپؐ تمام عرب کے زیر نگیں ہو جانے پر بھی فاقہ کش رہے، صحیح بخاری کتاب الجہاد میں روایت ہے کہ وفات کے وقت آپؐ کی زرہ ایک یہودی کے یہاں تین صاع جَو پر گروی تھی، جن کپڑوں میں آپؐ نے وفات پائی ان میں اوپر تلے پیوند لگے ہوئے تھے، یہ وہ زمانہ ہے جب تمام حدودِ شام سے لے کر عدن تک فتح ہو چکا ہے اور مدینہ کی سرزمین میں زر و سیم کا سیلاب آ چکا ہے۔

انسان کے ذخیرۂ اخلاق میں سب سے زیادہ کم یاب اور نادر الوجود چیز دشمنوں پر رحم اور ان سے عفو و درگذر ہے لیکن حاملِ وحی و نبوت کی ذاتِ اقدس میں یہ جنس فراواں تھی، دشمن سے انتقام لینا انسان کا قانونی فرض ہے لیکن اخلاق کے دائرۂ شریعت میں آ کر یہ فرضیت مکروہِ تحریمی بن جاتی ہے، تمام روایتیں اس بات پر متفق ہیں کہ آپؐ نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔

سوالات:

i. مصنّفین یورپ کا آنحضرتؐ کے بارے میں کیا خیال ہے؟

جواب: مصنفین یورپ کا آنحضرتؐ کے بارے میں خیال تھا کہ آپؐ جب تک مکہ میں رہے تو آپؐ پیغمبر تھے اور جب مدینہ تشریف لائے تو آپؐ پیغمبر سے بادشاہ بن گئے کیونکہ اس دور میں آپؐ نے امور سلطنت پر توجہ دی، جنگیں لڑیں اور فتوحات بھی حاصل کیں لیکن ان کا یہ خیال غلط تھا کیونکہ تمام عرب کو اپنا ماتحت بنا لینے کے بعد بھی آپؐ کا طرزِ حیات سادہ اور فاقہ کشی کی تصویر تھا۔ عدیؓ بن حاتم کے ایمان لانے کا واقعہ اس کی بہترین مثال ہے۔

ii. تمام عرب کے زیر نگیں ہو جانے کے باوجود حضور اکرمؐ کیسی زندگی گزارتے تھے؟

جواب: تمام عرب کے زیر نگیں ہو جانے کے باوجود حضور اکرمؐ نے نہایت سادہ زندگی گزاری۔ پیوند لگے کپڑے پہنے اور روکھی سوکھی روٹی کھانے میں بھی کبھی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔

iii. صحیح بخاری کتاب الجہاد کی روایت کا مفہوم تحریر کریں۔

جواب: صحیح بخاری کتاب الجہاد کی روایت کا مفہوم یہ ہے کہ وقتِ وصال آپؐ نے کوئی جائیداد اور قابل ذکر دنیاوی اثاثہ نہیں چھوڑا۔ اس وقت آپؐ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تین صاع جو پر گروی تھی، آپؐ کا لباس پیوند زدہ تھا۔

iv. وفات کے وقت رسول اللہؐ کے حالات کے بارے میں مصنف نے کیا بتایا ہے؟

جواب: رحلت کے وقت کے حالات کے بارے میں مصنف لکھتا ہے کہ عرب و عجم کے علاقوں میں حدودِ شام سے عدن تک کے علاقے مسلمانوں کے ماتحت آ چکے تھے اور مدینہ کی سرزمین بھی مال و دولت کی فراوانی سے لبریز تھی۔

v. انسان کے ذخیرۂ اخلاق میں سب سے اہم چیز کیا ہے؟ متن کی روشنی میں بتائیں۔

جواب: انسان کے ذخیرۂ اخلاق میں سب سے نادر و نایاب شے دشمنوں پر رحم اور عفو و درگزر ہے۔ آپؐ کے اسوۂ کامل میں یہ خوبی بہت کثرت سے موجود تھی اسی لیے فتح مکہ کے وقت آپؐ نے عام معافی کا اعلان کیا یہاں تک کے اپنے قریبی عزیزوں کے قاتلوں کو بھی معاف کر دیا۔

vi. انتقام لینے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا وصف کیا تھا؟

جواب: دشمن سے انتقام لینا انسان کا قانونی فرض ہے لیکن اخلاق کے دائرۂ شریعت میں آکر یہ فرضیت مکروہ تحریمی بن جاتی ہے۔ اسی لیے آپؐ کی پوری حیات طیبہ میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جس میں آپؐ نے کسی سے انتقام لیا ہو۔

vii. عبارت میں اس کا کیا مفہوم ہے کہ "مدینہ پہنچ کر پیغمبر بادشاہ بن گئے"۔

جواب: مکہ کی نسبت مدینہ میں آپ کے جاں نثار زیادہ تھے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تعداد زیادہ ہوتی گئی۔ آپؐ کے جاں نثار مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ مسجد میں بیشتر اوقات آپؐ کو اپنے حلقے میں لے کر اپنی عقیدت و محبت کا ثبوت پیش کرتے تھے۔ اس صورت حال سے عام ناظر یہ سمجھتا تھا کہ شاید آپؐ پیغمبر خدا کی بجائے کوئی دنیاوی بادشاہ بن گئے ہیں لیکن ایسا ہرگز نہیں تھا۔ اس کا ثبوت تاریخِ اسلام کے بہت سے واقعات سے بھی مل جاتا ہے۔

viii. "آنحضرتؐ جب تک مکہ میں تھے پیغمبر تھے"، عبارت میں اس جملے سے مصنف کی کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مصنف کی مراد یہ ہے کہ مکہ کا ابتدائی دور آنحضرتؐ اور ان کے قریبی ساتھیوں کے لیے اسلام کی تبلیغ کے سلسلے میں بہت کٹھن اور مصائب و آلام سے پُر تھا۔ قریش کے ظلم و ستم سے تنگ آکر پہلے آپ نے مسلمانوں کو حبشہ کی جانب ہجرت کا حکم دیا اور بعد میں آپؐ اور آپؐ کے جاں نثاروں نے مدینہ ہجرت کی۔ عمومی طور پر انہی حالات کے پیشِ نظر عام لوگوں کا خیال تھا کہ مکی زندگی میں آپؐ کے طرزِ عمل میں پیغمبرانہ شان موجود تھی۔

ix. اس عبارت کا مرکزی خیال لکھیں۔

جواب: یورپ کے مصنفین کا خیال ہے کہ مدینہ پہنچ کر آپؐ پیغمبر سے بادشاہ بن گئے جب کہ یہ بات کسی صورت بھی قابلِ اعتنا نہیں کیونکہ عرب و عجم کا ایک وسیع علاقہ ماتحت ہو جانے کے باوجود آپؐ کا طرزِ حیات انتہائی سادہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو رحمت اللعالمین کے درجے پر فائز کیا، اسی لیے آپؐ نے تمام عمر لوگوں پر رحم کیا اور اپنے بڑے سے بڑے دشمن سے کبھی بدلہ نہیں لیا بلکہ سب کو ہمیشہ معاف کر دیا کرتے تھے۔

(ب) حصہ شعر:

درج ذیل اشعار کو غور سے پڑھیں اور دیے گئے سوالات میں سے پانچ کے جوابات لکھیے: **(5 x 2 = 10)**

i. مشتاق ہوں میں خاکِ مدینہ کا اے امیرؔ — آئے جو موت بھی تو اُسی سرزمین پر
ii. کرے جس قدر شکرِ نعمت وہ کم ہے — مزے لوٹتی ہے زباں کیسے کیسے
iii. گو حکم تیرے لاکھوں، یاں ٹالتے رہے ہیں — لیکن ٹلا نہ ہرگز، دل سے خیال تیرا
iv. کتنا ہے بدنصیب ظفرؔ، دفن کے لیے — دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں
v. سب مست ہو رہے ہیں، پہچان تیری قدرت — تیتر پکارتے ہیں سبحان تیری قدرت

سوالات:

i. پہلے شعر میں شاعر نے کس خواہش کا اظہار کیا ہے؟

جواب: پہلا شعر میں شاعر رسولِ اکرمؐ سے اپنے عشق اور سرزمین مدینہ سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے اس خواہش کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ مجھے مدینہ منورہ سے اس قدر لگاؤ ہے کہ تمام عمر یہ سرزمین میری نظروں کے سامنے رہے اور مجھے موت بھی آئے تو اسی سرزمین پر آئے۔ دوسرے لفظوں میں شاعر کی خواہش ہے کہ بعد از مرگ اسے اسی زمین میں دفن کیا جائے۔

ii. دوسرے شعر میں زبان کا مزے لوٹنے سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

جواب: دوسرے شعر میں شاعر زبان کو ایک نعمت قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اس نے دو صورتوں میں انسان کو زبان جیسی نعمت سے نوازا ہے۔ ایک تو عضوِ بدن ہونے کی وجہ سے زبان دنیاوی خورد و نوش کی نعمتوں کی لذتوں سے لطف اندوز ہوتی ہے دوسری صورت میں بہ حیثیت اشرف المخلوقات کے انسانی زبان کلام اور اظہارِ خیال کے ذریعے سے زندگی کے رنگارنگ پہلوؤں کے مزے لوٹتی ہے۔

iii. تیسرے شعر میں شاعر نے اپنے دل کی کیا کیفیت بیان کی ہے؟

جواب: تیسرے شعر میں شاعر اپنی کم مائیگی اور عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے اللہ، اے میرے محبوبِ حقیقی اگرچہ میں بہ حیثیت انسان کے میں چونکہ خطا کا پُتلا ہوں، اس لیے تیرے بہت سے احکامات پر عمل نہ کر کے گناہوں کا مرتکب ہوا ہوں لیکن تیرے عشق کی بدولت میرے دل میں تیرا خیال ہمیشہ موجود رہا ہے اور میرے دل و دماغ پر ہمیشہ تیری ذات ہی چھائی رہی ہے۔

iv. چوتھے شعر میں شاعر نے اپنے آپ کو بدنصیب کیوں کہا ہے؟

جواب: اس شعر کے مطابق شاعر بہادر شاہ ظفر کو ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کی پاداش میں انگریزوں نے قید کر کے رنگون بھیج دیا اور حقیقت یہ ہے کہ وہیں ان کی موت واقع ہوئی، وہیں انہیں دفن بھی کیا گیا۔ شاعر اس حوالے سے اپنی بدنصیبی کا ذکر کرتا ہے کہ اسے اپنے وطن میں دو گز زمین یعنی قبر کی مختصر جگہ بھی نصیب نہ ہوئی اور وہ دیارِ غیر میں مرنے کے بعد وہاں پر ہی دفن ہوا۔

v. پانچویں شعر کا مفہوم مختصراً بیان کریں۔

جواب: اس شعر میں شاعر برصغیر میں برسات کے موسم کے حسن کی رنگا رنگی بیان کرتے ہوئے زیرِ نظر شعر میں کہتا ہے کہ برسات کا موسم ہر جاندار پر ایک بے خودی اور مستی کی کیفیت طاری کر دیتا ہے۔ ہر شے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور صنّاعی کی معترف ہو کر اس کی تعریف و توصیف کے گیت گانے لگتی ہے۔ تیتر جو ایک پرندہ ہے وہ بھی اپنی آواز میں ''سبحان تیری قدرت'' کے گیت گاتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

vi. چوتھے شعر میں "کوئے یار" کا مفہوم واضح کریں۔

جواب: اس شعر میں "کوئے یار" یعنی محبوب کی گلی، استعارہ ہے شاعر بہادر شاہ ظفر کے وطن کے لیے، جہاں اسے دفن ہونے کے لیے بھی جگہ نہ ملی۔ یہ کسی بدنصیبی اور ستم ظریفی ہے کہ ایک وقت وہ تھا کہ جب وہ ہندوستان کا بادشاہ تھا اور آج دیارِ غیر میں قیدِ تنہائی کے مصائب سے نبرد آزما ہے۔

(ج) **حصہ قواعد:**

مندرجہ ذیل میں سے چار کے جوابات تحریر کریں: **(4 x 2 = 8)**

i. علم بیان کے ارکان کے نام تحریر کریں۔

جواب: علم بیان ظاہر کرنے کو کہتے ہیں۔ اس علم کے ذریعے تخلیق کار فصاحت و بلاغت کے ذریعے اپنے کلام کی حسن و خوبی کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کے چار ارکان، تشبیہ، استعارہ، کنایہ اور مجاز مرسل ہیں۔

ii. قافیہ کی تعریف ایک مثال سے واضح کریں۔

جواب: شعر کے آخر میں آنے والے ہم آواز الفاظ کو قافیہ کہا جاتا ہے۔ ہر شعر میں قافیہ تبدیل ہوتا ہے تاہم ان کی صوت (آواز) ایک جیسی رہتی ہے۔ مثلاً

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے۔ آخر اس درد کی دوا کیا ہے۔ غالبؔ کے اس شعر میں "ہوا" اور "دوا" قافیے ہیں۔

iii. مقطع کی دو اہم شرائط تحریر کریں۔

جواب: مقطع کے لفظی معنی کاٹے یا ختم ہونے کے ہیں۔ شعری اصطلاح میں غزل کا وہ آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرے، مقطع کہلاتا ہے۔ اس کی شرائط میں غزل کا آخری شعر ہونا اور شاعر کے تخلص کا استعمال لازمی ہیں۔ اگر شاعر غزل کے آخری شعر میں اپنا تخلص استعمال نہ کرے اور آخری شعر کی بجائے کسی اور شعر میں اپنا تخلص لائے تو دونوں صورتوں میں وہ شعر مقطع نہیں کہلائے گا۔

iv. نثری صنفِ سخن "افسانہ" کی تعریف و وضاحت کریں۔

جواب: لغت کے اعتبار سے افسانہ اس کہانی کو کہتے ہیں جو سچی نہ ہو۔ ادبی اصطلاح میں افسانہ زندگی کے کسی ایک واقعے یا پہلو کی فنی پیش کش ہے جو عموماً کہانی کی شکل میں پیش کی جاتی ہے۔ ایسی تحریر میں اختصار و ایجاز بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ وحدتِ تاثر افسانے کی سب سے اہم خصوصیت ہے۔ ناول کے مقابلے میں افسانے کی طوالت کم ہوتی ہے اور اسے ایک ہی نشست میں پڑھا جا سکتا ہے۔

v. ادبی اور صحافتی اندازِ بیان محضر کی ایک ایک مثال دے کر فرق واضح کریں۔

جواب: ادبی اندازِ بیان میں ہلکا سا ابہام پایا جاتا ہے۔ اس میں اندازِ بیان سپاٹ ہونے کی بجائے حسن کی خوبی پائی جاتی ہے۔ اس میں بات بلاواسطہ کی بجائے بالواسطہ کی جاتی ہے۔ یہی ابہام اس اندازِ بیان کی خوبی تصور کی جاتی ہے ساتھ ہی ادبی اظہار میں خیال اور جذبہ دونوں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً "اگر تیرا قول صادق ہے تو شہد فائق ہے، ورنہ تھوک دینے کے لائق ہے۔"

اس کے برعکس صحافتی اندازِ بیان میں صرف خیال، معلومات اور خبری قطعیت پائی جاتی ہے۔ صحافتی پیرائیۂ بیان سادہ ہوتا ہے کیونکہ اخبار کے قارئین میں ہر قسم کی ذہنی سطح کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ مثلاً "پاکستان کی خارجہ پالیسی کا احصار معاشی پالیسی پر ہے۔" یا "پاکستان کو ۲۰۰۰ میگاواٹ بجلی کی کمی کا سامنا ہے۔"

حصہ سوّم (کل نمبر 26)

سوال نمبر3: مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک عبارت کی تشریح کریں: (5)

الف۔ لیکن وہ ایک بازاری آدمی کا بیٹا ہے اور تم ایک بڑے عزت دار کے لڑکے ہو، تمھارے دادا کا شہر میں وہ شہرہ ہے کہ ان کے نام کی لوگ تعظیم کرتے ہیں۔ انھیں کے پوتے تم ہو۔ جھوٹ بولنے پر دلیر، قسم کھانے میں بیباک، فحش بکنے میں بے دھڑک۔ سلیم کوئی شخص دین اور دنیا دونوں میں اس وجہ سے عزت نہیں پاسکتا کہ باپ دادے عزت دار تھے۔ آدمی کی عزت اس کی عادت اور مزاج سے ہے۔ کیا تم کہَ سکتے ہو کہ یہ عادتیں جو تم نے سیکھی ہیں عزت حاصل کرنے کی ہیں؟ ہرگز نہیں۔

جواب: **تشریح:**

اس عبارت میں حضرت بی سلیم کو سمجھاتے ہوئے اسے اس کے باپ دادا کے مرتبے اور عزت کا احساس دلاتی ہیں۔ حضرت بی کے چار بیٹے ہیں جو سلیم کے دوست ہیں اس وجہ سے سلیم کا ان کے گھر آنا جانا رہتا ہے۔ حضرت بی سلیم کی اخلاقی تربیت کرنا چاہتی ہیں کیونکہ سلیم کا ان کے بیٹوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا رہتا ہے انہیں خوف تھا کہ کہیں سلیم کی بری اخلاقی عادات کی وجہ سے ان کے بیٹے بھی بگڑ نہ جائیں۔ ایک دن سلیم جب ان کے گھر گیا۔ سلیم کی گالم گلوچ پر حضرت بی سخت ناراض ہوئیں اور سلیم کو سمجھایا کہ تم ایک عزت دار گھرانے کے لڑکے ہو تمھارے باپ دادا کی شہر میں بہت عزت ہے لوگ ان کی بہت تعظیم کرتے ہیں جب کہ تمھارے اخلاق بہت پست ہیں۔ تم جھوٹ بولنے میں دلیر ہو، قسم کھانے میں نڈر ہو، بے دھڑک فحش گوئی کرتے ہو۔ یادرکھو کہ کوئی شخص دنیا میں اس وجہ سے عزت نہیں پاتا کہ اس کے باپ دادا عزت دار ہیں بلکہ ہر آدمی کی عزت اس کی اپنی اچھی عادت اور مزاج سے ہوتی ہے۔ اس لیے ذرا سوچو کہ جو عادتیں تم نے اپنا رکھی ہیں کیا ان سے عزت حاصل ہو سکتی ہے، میرے خیال میں ہرگز نہیں۔

ب۔ صبح کو قریش کی آنکھیں کھلیں تو پلنگ پر آنحضرتؐ کے بجائے حضرت علیؓ تھے۔ ظالموں نے آپؓ کو پکڑا اور حرم میں لے جاکر تھوڑی دیر محبوس رکھا اور چھوڑ دیا۔ پھر آنحضرتؐ کی تلاش میں نکلے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار کے دہانے تک آگئے۔ آہٹ پاکر حضرت ابو بکرؓ غمزدہ ہوئے اور آنحضرتؐ سے عرض کی اب دشمن اس قدر قریب آگئے کہ اگر اپنے قدم پر ان کی نظر پڑ جائے تو ہم کو دیکھ لیں گے۔ آپؐ نے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ (سورۃ التوبہ)

"گھبراؤ نہیں، اللہ ہمارے ساتھ ہے"

جواب: **تشریح:**

اس عبارت میں حضور اکرمؐ کے مدینے کی جانب ہجرت کے واقعے کو بیان کیا گیا ہے۔ ہجرت مدینہ کی شب حضور اکرمؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ آج رات میری جان کو خطرہ ہے اور مجھے مدینے ہجرت کا حکم ہو گیا ہے۔ آج رات تم میری چارپائی پر سو اور صبح کو لوگوں کی امانتیں واپس کر کے مدینے آجانا۔ حضرت علیؓ نے جانثاری کی اعلیٰ ترین مثال پیش کرتے ہوئے آپ کے حکم پر لبیک کہا اور اس رات آپؐ کے بستر پر سوئے رہے اور کفار یہی سمجھتے رہے کہ رسول اکرمؐ اپنے بستر پر سو رہے ہیں گویا کسی نے ان کی نظر بندی کر دی ہو۔ صبح کو جب قریش کی آنکھیں کھلیں اور انہیں ہوش آیا تو پلنگ پر حضرت علیؓ کو پایا تو ظالم آپ کو پکڑ کر حرم لے گئے اور کچھ دیر محبوس رکھنے کے بعد چھوڑ دیا دوسری طرف حضرت محمدؐ، حضرت ابو بکرؓ کے ہمراہ مدینے روانہ ہوئے اور راستے میں ایک غار میں آپ دونوں پوشیدہ ہو گئے۔ قریش آپؐ کی تلاش میں نکلے اور ڈھونڈتے ہوئے غار کے دھانے تک پہنچ گئے۔ ایسے وقت میں حضرت ابو بکرؓ سخت پریشان اور غمزدہ ہوئے کہ اب دشمن ہمارے بہت قریب پہنچ گئے ہیں اگر

ان کی نظر ہمارے قدموں پر پڑ گئی تو ہمیں پکڑ کر قتل کر دیں گے۔ اس صورتِ حال میں آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو تسلی دی اور سورۂ توبہ کی ایک آیت پڑھ کر سنائی کہ گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے اس کے حکم سے دشمن ہمیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

سوال نمبر4: مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک نظمیہ جزو کی آسان لفظوں میں تشریح کریں: (5)

الف۔ مرے حال پر بھی کرم کرو، جو کروں میں عرض وہ سُن تو لو   تمھی باپ ماں سے ہو مہرباں، نہ کہوں جو تم سے تو کیا کروں
تمھی داد گر ہو یتیم کے، تمھی چارہ گر ہو سقیم کے   ہمہ تن ہوں درد میں ناتواں، نہ کہوں جو تم سے تو کیا کروں

جواب: تشریح:

اس جزو میں شاعر رسول اکرمؐ سے اپنی محبت و عقیدت کا اظہار کرتا ہے کہ اے میرے محبوب، میں نے آپ کا دامن عشق تھام رکھا ہے اور اپنے ماں باپ سے بھی زیادہ آپ کو اپنا ہمدرد و مونس و یاور سمجھتا ہوں اگر آپ بھی مجھ سے ہمدردی نہیں کریں گے اور آپ بھی میرے حال پر رحم نہیں کریں گے تو کون کرے گا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے افضل مرتبہ عطا کیا ہے اور آپ کو اس کائنات میں رحمت اللعالمین کے لقب سے نواز کر رہتی دنیا تک رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ بقول مولانا حالی

ے وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا   مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ   یتیموں کا والی غلاموں کا مولا

شاعر کہتا ہے کہ اے میرے مولا تم ہی یتیموں اور بے سہارا لوگوں کے والی و وارث ہو، تم سے انہیں آسرا ہے، تم ہی ان کی مصیبتیں حل کرنے والے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا بھر کے کمزور اور ناتواں لوگوں کے لیے تمھیں ہی وسیلہ قرار دیا ہے اب اگر تم بھی ان کی مدد نہیں کرو گے تو کون کرے گا۔

ب۔ شاخِ بُریدہ سے سبق اندوز ہو کہ تُو   نا آشنا ہے قاعدۂ روز گار سے
ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ   پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ

جواب: تشریح:

اس جزو میں شاعر نے اپنی قوم کے افراد کو یک جہتی اور اتحاد کا پیغام دیا ہے کہ اگر قوم پر زوال اور پستی کی کیفیت ہو اور ایسی صورتِ حال میں قوم کا کوئی فرد اس کا ساتھ چھوڑ جائے تو وہ قوم دوبارہ ترقی کر سکتی ہے مگر اس فرد کو کبھی بھی شناخت اور سکون میسر نہیں آئے گا اس کے لیے شاعر نے درخت کی ایک ٹہنی کی مثال پیش کی ہے کہ خزاں کے موسم میں درخت کی بدحالی دیکھ کر اگر کوئی شاخ مایوس ہو کر الگ ہو جائے تو بہار کا موسم آنے پر وہ درخت تو پھر ہرا بھرا ہو جائے گا لیکن وہ شاخ دوبارہ کبھی خوش حال نہیں ہو سکے گی اس لیے شاعر مسلمان فرد کو اپنی ملت کے ساتھ جُڑا رہنے کا درس دیتے ہیں۔ ایک دوسری جگہ وہ اسی مضمون کو اس طرح بیان کرتے ہیں

ے فرد قائم ربطِ ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں   موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

سوال نمبر5: درج ذیل کسی ایک غزلیہ جزو کی تشریح کریں: (5)

الف۔ دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے   آخر اس درد کی دوا کیا ہے
ہم ہیں مُشتاق اور وہ بیزار   یا الٰہی! یہ ماجرا کیا ہے

جواب: شعر نمبر1 کی تشریح:

یہ شعر بظاہر سادہ سا معلوم ہوتا ہے لیکن اپنے اندر بے پناہ معنویت لیے ہوئے ہے۔ اس شعر میں شاعر اپنے دل کی نادانی پر حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے دلِ نادان تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تجھے کسی پل چین نہیں آتا اور تو محبوب کی بے اعتنائی اور ظلم و ستم کی بدولت ہر وقت آتش عشق میں جل کر بے چین اور بے قرار رہتا ہے آخر تیرے اس دردِ عشق کی دوا یا کوئی علاج ہے بھی یا نہیں۔ گویا شاعر کے نزدیک عشق ایک ایسی بیماری ہے کہ جس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ موت ہی اس دردِ فرقت کا واحد علاج ہے اور جب تک موت نہیں آتی عاشق کا دل اسی طرح محبوب کی جدائی میں تڑپتا رہے گا۔ عقل تو یہی کہتی ہے کہ عاشق محبوب کو بھول جائے تاکہ اس لاعلاج مرض سے چھٹکارا حاصل ہو لیکن دل کی نادانی کا کیا کہیے کہ وہ یہ بات کسی صورت تسلیم نہیں کرتا۔ ایک دوسرے شعر میں غالب عشق کے لاعلاج ہونے کی بات کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ:

ے عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا   درد کی دوا پائی دردِ لادوا پایا

شعر نمبر 2 کی تشریح:

دوسرے شعر میں میں شاعر محبوب کے دیدار اور اس سے ملاقات کی تمنا کا اظہار کرتے ہوئے محبوب کے تغافل اور بے التفاتی کی روش کو بیان کرتے ہیں۔ اس شعر میں قدیم اردو شاعری کے موضوع کو شاعر نے اپنے اچھوتے انداز میں پیش کیا ہے کہ معاملات عشق میں عاشق اور محبوب کے رویوں میں شروع سے تضاد کی کیفیت موجود ہے عاشق محبوب کی رضا حاصل کرنے کے لیے جتنا جاں نثاری کا مظاہرہ کرتا ہے محبوب اپنی ازلی ستم ظریفی کی وجہ سے عاشق سے اور زیادہ لاپرواہی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اخلاقی معیار تو یہی کہتے ہیں کہ اگر کوئی آپ سے خلوص اور محبت کا برتاؤ کرے تو اسے جواب بھی اسی خلوص اور محبت سے دینا چاہیے لیکن محبوب کے رویوں کے سلسلے میں یہ بات بالکل الٹ ہے۔ اس شعر میں ایسی صورت حال میں شاعر پھر حیرانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خدا سے سوال کرتے ہیں کہ یاالٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔ کبھی کبھی شاعر یہ سوال براہِ راست محبوب سے بھی کرتے ہیں کہ:

؎ ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے   تمھی کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے

ب۔ نہ گورِ سکندر، نہ ہے قبر دارا   مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے
دل و دیدۂ اہلِ عالم میں گھر ہے   تمھارے لیے ہیں مکاں کیسے کیسے

جواب:

شعر نمبر 1 کی تشریح:

اس شعر میں شاعر نے دو تلمیحات کے ذریعے دنیا کی بے ثباتی کو بیان کیا ہے کہ اس دنیا میں کیسے کیسے عظیم اور طاقتور بادشاہ گزرے ہیں لیکن آج دنیا میں ان کی قبروں کے نشان تک باقی نہیں ہیں۔ سکندر اعظم یونان کا عظیم بادشاہ تھا وہ ساری دنیا فتح کرنا چاہتا تھا تاکہ اس کی شان و شوکت کے جھنڈے ہمیشہ اس دنیا میں گڑے رہیں لیکن اس کی بد قسمتی کہ جوانی میں ہی اس کی موت واقع ہوگئی اور وہ اس دنیا سے خالی ہاتھ رخصت ہو گیا۔ اسی طرح دارا بھی ایران کا عظیم بادشاہ تھا اس کی زندگی میں اس کی شان و شوکت اور عظمت و رفعت کے گیت گائے جاتے تھے لیکن مرنے کے بعد آج اس کے محلوں کے صرف کھنڈرات باقی رہ گئے ہیں جب کہ اس کی بھی قبر کے نشان تک باقی نہیں رہے ہیں۔ اس لیے شاعر اس شعر میں یہ سبق دیتے ہیں کہ اس دنیا کی عارضی زندگی کی شان و شوکت پر غرور نہیں کرنا چاہیے یہاں کی ہر شے عارضی ہے، کسی چیز کو بھی ثبات حاصل نہیں۔ بقول میر تقی میر:

؎ کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو پڑ گیا   یکسر وہ استخوان شکستوں سے چور تھا
کہنے لگے کہ دیکھ کے چل راہِ بے خبر   میں بھی کبھو کسی کا سرِ پُر غرور تھا

شعر نمبر 2 کی تشریح:

اس شعر میں شاعر محبوب کے حسن و جمال کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے محبوب سارے عالم میں تمھارے حسن کے چرچے ہیں ہر دل میں تم دھڑکنوں کی طرح زندہ رہتے ہو گویا دل میں تمھاری تصویر بسی رہتی ہے۔ اس اعتبار سے تمھارے رہنے کے لیے کیسے کیسے مکان میسر ہیں۔ اے محبوب تم لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بنے رہتے ہو اور ان کے دلوں کی چاردیواری میں جاگزیں رہتے ہو۔ دراصل شاعر کی اس تعریف کے انداز میں محبوب سے ایک شکوہ چھپا ہوا ہے کہ اے محبوب اگرچہ تم نے لوگوں کے دلوں میں اپنا دائمی گھر تو بنا لیا ہے لیکن تمھیں ابھی تک اپنے حقیقی عاشق کی پہچان نہیں ہو سکی اس لیے تم مجھ سے دوری برتتے ہو اور کم التفاتی کا مظاہرہ کرتے ہو۔ یہ تمام لوگ تو تمھارے ظاہری حسن کے دیوانے ہیں جب کہ مجھ سے تمھارا روح کا رشتہ ہے۔ تم بھی گویا ظاہر بیں ہو اس لیے تمھیں میری یعنی اپنے عاشقِ صادق کی پہچان نہیں ہے۔

سوال نمبر 6: سڑک پر ہونے والے ایک ٹریفک حادثے کی روداد تحریر کریں۔ (6)

جواب: میں اپنے سکول کی کرکٹ ٹیم کا کپتان ہوں۔ ہر سال ضلع کی سطح پر ہونے والے مقابلوں میں ہمارا سکول حصہ لیتا ہے اور خاص طور پر کرکٹ میں چیمپیئن بنتا ہے۔ اس سال بھی زور و شور سے انٹر سکول ٹورنامنٹ کا آغاز ہوا۔ ابتدائی راؤنڈ کے سارے میچ جیتنے کے بعد ہمارا فائنل مقابلہ گورنمنٹ ہائی سکول چنیوٹ سے ہونا تھا۔ اُن کی ٹیم کا کپتان ناصر سلیم ایک زبردست آل رونڈر تھا اور سب کے دلوں پر اس کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ ہم نے بھی خوب تیاری کی اور اس کے توڑ کے لیے الطاف حسین کو تیار کیا۔ میچ سے ایک دن پہلے ساری رات دل ہی دل میں منصوبہ بندی کرتا رہا۔ صبح دیر سے آنکھ کھلی۔ جلدی جلدی تیار ہو کر باہر نکلا ٹیکسی لی اور گراؤنڈ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں ایک چوک پڑتا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور میرے کہنے پر جلدی میں تھا۔ لیکن جونہی ہم ٹریفک سگنل کے قریب پہنچے۔ سگنل لائٹ سرخ ہوگئی۔ ڈرائیور نے کمال مہارت دکھائی اور بریک لگا دی ہم سے آگے ایک سکول وین جا رہی تھی جس میں بیس کے قریب بچے بچیاں سوار تھے۔ کم بخت وین ڈرائیور نے جلدی کی اور سرخ اشارے کی پرواکیے بغیر گزرنے کی کوشش کی۔ اتنے میں دوسری طرف کا اشارہ کھل چکا تھا اور ایک ٹرک اپنی پوری رفتار کیساتھ حرکت میں آچکا تھا۔ اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوا اور سکول وین اس ٹرک سے جا ٹکرائی۔ بچوں اور بچیوں کی وہ چیخ و پکار تھی کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ سب لوگ جمع ہوگئے۔ ٹریفک پولیس والے بھی آگئے۔ میں بھی ٹیکسی سے نکل کر جائے حادثہ پر پہنچا۔ بچوں کی ڈر اور خوف کے مارے بری حالت تھی۔ کچھ بچے زخمی بھی تھے۔ ڈرائیور کو خود شدید چوٹیں آئی تھیں۔ بہرحال سب کو ہسپتال پہنچانے کے لیے آوازیں لگائی جانے لگیں۔

میں نے بھی دوڑ کر ٹیکسی میں دو بچوں کو ڈالا اور قریبی سرکاری ہسپتال کی طرف چل پڑا۔ سب زخمی بچوں کو وہاں لایا گیا۔ تھوڑی دیر گزری ہو گی کہ بچے بچیوں کے والدین بھی پہنچ گئے۔ ہر ایک چہرے پر فکر اور پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ ہسپتال کا عملہ اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں میں تاک تھا۔ انھوں نے ایمرجنسی میں تمام بچوں کی مرہم پٹی کر دی۔ خدا کا شکر کہ سب بچوں کی معمولی چوٹیں ہی آئی تھیں۔ مرہم پٹی کے بعد تمام بچوں کو ہسپتال سے رخصت کر دیا گیا۔ وین ڈرائیور بھی روہانسی صورت بنائے ایک طرف کھڑا تھا۔ جس کی معمولی سی غلطی سے جلد بازی سے اتنے لوگوں کو مصیبت اور پریشانی برداشت کرنا پڑی۔ میں نے گھڑی دیکھی تو ساڑھے نو بج چکے تھے اور مجھے میچ کے شروع ہونے کے وقت سے آدھا گھنٹہ تاخیر ہو چکی تھی۔ بہت گھبرایا کہ ٹیم کا کپتان ہوں اور وقت کی پابندی نہیں۔ ٹیکسی میں دوبارہ بیٹھا اور سکول کی جانب روانہ ہوا۔ پریشانی میں سر جھکا کے گراؤنڈ پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ گورنمنٹ ہائی سکول چنیوٹ کی ٹیم ابھی تک پہنچی ہی نہیں۔ سب کو اپنا ماجرا سنایا اور ہر ایک کی زبان پر یہی بات تھی کہ ٹریفک سگنل کی پابندی ہر صورت میں کرنی چاہیے۔ تاکہ حادثات اور کسی بھی قسم کی پریشانی سے بچا جا سکے۔

سوال نمبر7: امتحان کی تیاری کے سلسلے میں دو دوستوں کے مابین مکالمہ لکھیں۔ (رسمی کلمات کے علاوہ دیے گئے موضوع پر کم از کم پانچ مکالمے لکھیں) (5)

جواب: مکالمہ دو دوست: عمران اور ثاقب (ثاقب: فزکس کے نوٹس لینے کے لیے اپنے دوست عمران کے گھر جاتا ہے)

ثاقب: السلام علیکم!

عمران: وعلیکم السلام۔ ارے ثاقب! اتنے پریشان کیوں ہو؟

ثاقب: تم بھی بڑے سادہ ہو جیسے، تمہیں پتہ تو ہے کہ اگلے ہفتے بورڈ کا سالانہ امتحان شروع ہو رہا ہے۔

عمران: ارے بھائی۔ یہ تو مجھے معلوم ہے اور میں بڑے زور و شور سے تیاری بھی کر رہا ہوں۔

ثاقب: مجھے تو بڑا ڈر لگ رہا ہے۔ پہلی بار بورڈ کے پرچے جو دے رہا ہوں۔

عمران: پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ بورڈ کے پرچے بھی عام پرچوں جیسے ہی ہوتے ہیں۔

ثاقب: یار، تیاری تو میں بھی کر رہا ہوں، لیکن درمیان میں ایک مہینہ جو ضائع کیا؟

عمران: ہاں بھائی، تمہارے بھائی کی شادی تھی تم نے خوب مزے اُڑائے۔

ثاقب: مزے تو اُڑائے تھے لیکن اب پریشانی کا سامنا بھی تو میں ہی کر رہا ہوں۔

عمران: اللہ خیر کرے گا۔ ابھی امتحان شروع ہونے میں چند دن باقی ہیں۔ تم پڑھائی کے اوقات کار بڑھا لو۔

ثاقب: وہ نہ تو میں کر رہا ہوں۔ ٹیوشن بھی ہر مضمون کی الگ الگ رکھی ہوئی ہے۔

عمران: پھر؟

ثاقب: پھر کیا، ہر مضمون کے حوالے سے کسی قدر تسلی ہے مگر فزکس؟

عمران: ارے بھائی، فزکس تو سب سے آسان مضمون ہے۔

ثاقب: اس لیے کہ تمہارا پسندیدہ مضمون جو ہے۔

عمران: (ہنستے ہوئے) نہیں ایسی بات نہیں۔ تم بتاؤ میں کیا مدد کر سکتا ہوں؟

ثاقب: فزکس کے ٹیچر بھی آ کر پڑھا رہے ہیں، لیکن تمہارے پاس جو نوٹس ہیں اگر وہ مل جاتے تو کیا بات تھی۔

عمران: تمہیں معلوم ہے کہ امتحان سر پر ہیں میں خود تیاری کر رہا ہوں، تمہیں کیسے دے سکتا ہوں؟

ثاقب: مستقل طور پر تو نہیں مانگ رہا تم سے!

عمران: پھر؟

ثاقب: پھر یہ کہ کچھ دیر کے لیے دے دو۔ ابھی جا کر بازار سے فوٹو کاپی کرا لیتا ہوں۔

عمران: ہاں، یہ ٹھیک ہے، میں بھی تمہارے ساتھ ہی چلتا ہوں۔

ثاقب: اتنی بھی کیا بے اعتباری؟

عمران: ارے نہیں نہیں، میں نے بھی انگریزی کے نوٹس فوٹو کاپی کرانے ہیں۔ ایک ہی وقت میں دو کام ہو جائیں گے۔

ثاقب: چلو ٹھیک ہے۔

عمران: میں فزکس اور انگلش دونوں کے نوٹس اندر کمرے سے لے کر آتا ہوں۔

(عمران نوٹس لے کر آتا ہے، اور دونوں دوست بازار کی جانب روانہ ہو جاتے ہیں)